اخلاق محمدؐ ہی اخلاق حسنہ ہیں ان کے بغیر کوئی کامیابی نہیں

زندگی کی کایا پلٹنے کی طاقت سچے اسلام میں ہے

داعین الی اللہ و مبلغین سلسلہ کو اہم نصائح

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۲۲؍ جون ۱۹۹۰ء بمقام بیت الفضل لندن)

تشہد و تعوذ اور سورۂ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور نے فرمایا:-

گزشتہ خطبے میں مَیں نے روس کے بدلتے ہوئے حالات کے مطابق جماعت احمدیہ کو اپنی نئی ذمہ داریاں سمجھنے اور اُن کو ادا کرنے کی طرف توجہ دلائی تھی اور یہ تحریک کی تھی کہ روس میں جانے کے لئے واقفین عارضی اپنے آپ کو پیش کریں۔ چنانچہ خدا تعالیٰ کے فضل سے اُس کے بعد سے ایسے خطوط آنے شروع ہوئے ہیں کہ دوستوں میں اس بارے میں ایک ہیجان پایا جاتا ہے، خواہش ہے۔ بعض لوگ مجبوریاں پیش کرتے ہیں لیکن ساتھ ہی اس عہد کا بھی اظہار کرتے ہیں کہ جب بھی خدا توفیق دے گا وہ انشاء اللہ ضرور جائیں گے۔ بعض نے جانے والوں کے لئے روپیہ پیش کیا ہے تا کہ وہ اُن کے خرچ پر جائیں اور اس طرح وہ ثواب میں شامل ہو جائیں لیکن وہ خود نہیں جاسکتے۔ بعض ایسے بھی ہیں جنہوں نے اپنے آپ کو پیش کر دیا ہے اور انشاء اللہ پروگرام کے مطابق اب اُن کو بھجوایا جائے گا۔ روس کے علاوہ بھی یورپین ممالک کے ساتھ اسلام کے رابطے کے امکانات دن بدن زیادہ روشن ہو رہے ہیں اور جماعت احمدیہ بھی انتظامی لحاظ سے ان تمام امور پر نظر رکھتے ہوئے مزید تعلقات

بڑھ رہی ہے، حکومتوں سے بھی، اُن کے بڑے بڑے دانشوروں سے بھی اور اس کے علاوہ مذہبی راہنماؤں سے اور ہر رابطے کے نتیجے میں یہ بات زیادہ واضح ہوتی چلی جاتی ہے کہ خدا تعالیٰ کے فضل سے اس وقت جماعت احمدیہ کی طلب پیدا ہو چکی ہے اور جب میں کہتا ہوں جماعت احمدیہ کی طلب تو ظاہر بات ہے کہ اسلام کی طلب مراد ہے مگر وہ اسلام جسے ہم اسلام سمجھتے ہیں جسے حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسلام سمجھا تھا اور جسے آپؐ نے اپنے حسین اور بے داغ کردار کے طور پر دُنیا کے سامنے پیش کیا تھا۔ اُس اسلام کی اتنی طلب ہے کہ بعض خطوط سے جب اطلاعیں ملتی ہیں کہ فلاں شخص جو پہلے اتنا دشمن تھا اسلام کا جب ہم نے اُس سے رابطہ کیا اور اسلام سمجھایا تو پھر اُس کا یہ ردّ عمل ہوا تو انسان دنگ رہ جاتا ہے کہ کس طرح تیزی کے ساتھ انسان کی کایا پلٹتی ہے اور یہ کایا پلٹنے کی طاقت سچے اسلام میں ہے۔

حال ہی میں ہندوستان سے ایک رپورٹ ملی کہ وہاں کی وہ پارٹی جو مسلمانوں کی دشمنی میں پیش پیش ہے اور دن بدن زیادہ طاقت حاصل کرتی چلی جارہی ہے اُن کے ایک سیکرٹری کو موقع ملا کہ ہماری تبلیغی نمائش کو آ کر دیکھے۔ وہ آیا تو کسی اَور نیت سے ہوگا کیونکہ بعد میں جو اُس نے باتیں کیں اور بعض دوسرے ہندو جو مختلف تنظیموں میں اہم عہدوں پر فائز ہیں اُنہوں نے باتیں کیں۔ اُن سے پتا چلتا ہے کہ جماعت احمدیہ میں اُن کی دلچسپی بڑھ رہی ہے اور بڑے غور سے اور گہری نظر سے مطالعہ کر رہے ہیں کہ یہ کس قسم کی جماعت ہے اور کس طرح ان سے ہم نے نبرد آزما ہونا ہے؟ تو اس خیال سے میں سمجھتا ہوں کہ وہ آئے تو ہوں گے تنقیدی نظر سے دیکھنے کے لئے اور بہرحال دوست کی نظر سے تو وہ جس مقام کے آدمی ہیں وہ نہیں آسکتے تھے لیکن جوں جوں وہ نمائش دیکھتے رہے اور تبادلۂ خیال کرتے چلے گئے اور یہ معلوم کرتے رہے کہ اسلام دیگر بنی نوع انسان سے اور دیگر مذاہب سے کیسے تعلقات کا خواہاں ہے، کیا تعلیم دیتا ہے؟ تو اُن کی حالت بدلنی شروع ہوئی۔ آخر پر جانے سے پہلے وہ کتاب میں اپنے ہاتھ سے ریمارکس لکھ کر دے گئے ہیں اور انہوں نے یہ لکھا ہے کہ میں اُس اسلام سے نفرت کرتا ہوں جو اسلام دوسرے مسلمان ہمارے سامنے اب تک پیش کرتے رہے ہیں اور اُس اسلام سے محبت میں مبتلا ہو گیا ہوں جو اسلام جماعت احمدیہ نے پیش کیا ہے اور جو اسلام بانی اسلام محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پیش کیا تھا۔ حیرت انگیز ہے یہ بات کہ ایک گھنٹہ

ڈیڑھ گھنٹے کی مجلس نے اور جماعت احمدیہ کی عالمگیر تبلیغی کوششوں پر نظر ڈالنے سے اُن کے اندر یہ حیرت انگیز پاک تبدیلی پیدا ہوئی ہے۔

بہار جو کہ فسادات کی جڑ بنا رہا ہے۔ بہار سے اب بھی جو ڈاک موصول ہوئی تو اس میں بھی یہ باتیں تھیں کہ وہاں کے ہندو اب بار بار جماعت سے رابطہ کر کے معلوم کر رہے ہیں کہ اسلام کی حقیقت کیا ہے اور اپنے گزشتہ رویے پر نظر ثانی کر رہے ہیں۔ چنانچہ جماعت احمدیہ کی طرف سے بھی ایک Good Will کے طور پر، خیر سگالی کے طور پر جہاں مسلمان فساد زدگان کی مدد کی گئی وہاں ہندو فساد زدگان کی بھی مدد کی گئی اور میں نے یہ خاص تاکید کی تھی کہ صرف مسلمانوں کی مدد کریں گے تو فرقہ واریت کو مزید ہوا ملے گی اس لئے انسانیت کی مدد کرنی ہے اور انسانیت کی مدد کریں گے تو انسانی جذبات اور انسانی قدروں کو تقویت ملے گی۔ چنانچہ ایک ہندو علاقے میں جو فساد سے متأثر تھا اگرچہ زیادہ مسلمان متأثر ہوئے ہیں لیکن بہر حال ایسے علاقے بھی ہیں جہاں ہندو متأثر ہوئے ہیں۔ وہاں جب جماعت احمدیہ نے جا کر غریبوں کی خدمت کی اور گرے ہوئے گھروں میں تعمیر کی پیشکش کی تو اُس سے ایک سنسنی سی پیدا ہوگئی اور اس تیزی سے یہ خبر اُس علاقے میں پھیلی ہے کہ دور دور سے ہندو راہنما تعجب سے دیکھنے آئے کہ یہ ہیں کون لوگ؟ کس قسم کے مسلمان ہیں اور کس قسم کی تعلیم دنیا میں پیش کر رہے ہیں؟ تو اس لئے رابطے تو بہت پھیل رہے ہیں اور بڑھ رہے ہیں اور نئی نئی کھڑکیاں کھلتی چلی جارہی ہیں جو پھر دروازوں میں تبدیل ہو رہی ہیں اور پھر شاہراہوں میں بدل رہی ہیں اور تمام تعلقات کو خدا تعالیٰ کے فضل سے وسعت عطا ہو رہی ہے۔ اب چلنے والے بھی تو چاہئیں کھڑکیاں کھلیں، کچھ لوگ چھلانگیں لگاتے ہیں کھڑکیاں جب کھلتی ہیں، کچھ دروازوں کا انتظار کرتے ہیں، کچھ سڑکوں کا انتظار کرتے ہیں۔ اب تو خدا تعالیٰ نے سارے انتظام کر دیئے ہیں، سارے کام مکمل ہو گئے۔ اب چلنے والوں کی ضرورت ہے اور جہاں تک میں اپنی روزمرہ کی ڈاک سے اور رپورٹوں سے اندازہ لگاتا ہوں میرا خیال ہے کہ ابھی بھاری اکثریت جماعت کی ایسی ہے جو ان بدلے ہوئے حالات میں اپنے بدلے ہوئے کردار کے ذریعے استفادہ نہیں کر رہی اور بہت سے گم سم بیٹھے ہیں یعنی بات سنتے ہیں خدا تعالیٰ کے فضل سے احمدی دل نرم ہے اور بہت جلدی نصیحت کو قبول کرتا ہے لیکن اُن کی راہنمائی نہیں۔ کیا کریں کس طرح کریں؟ وہ بات سُن کر گم سم بیٹھ جاتے ہیں اور پھر بعض دفعہ

اپنے درد کا اظہار کرتے ہیں جی ہماری خواہش تو تھی ہم کیا کریں، کچھ نہیں کر سکتے۔ حالانکہ اگر آنکھیں کھول کر ذہین اور بیدار مغز کے ساتھ آپ خدمت کی راہیں تلاش کریں تو ہر جگہ میسر آ جاتی ہیں۔

خواتین جو خدا تعالیٰ کے فضل سے آنکھیں کھول کر ذہانت سے خدمت کی راہیں تلاش کرتی ہیں اُن کو بھی اللہ تعالیٰ توفیق عطا فرما دیتا ہے۔ وہی محاورہ کہ شکر خورے کو خدا شکر دے ہی دیتا ہے۔ اگر دل میں طلب پیدا ہو اور طلب سچی ہو تو کوئی نہ کوئی اُس طلب کو پورا کرنے کی راہ نکل ہی آتی ہے۔ یہ ہو نہیں سکتا کہ طلب سچی ہو اور کوئی رستہ نہ ملے۔ یہ ضروری تو نہیں کہ ہر احمدی روس جائے، یہ بھی ضروری نہیں کہ محض ہندوؤں سے رابطہ ہو یا سکھوں سے رابطہ ہو۔ خدا کی مخلوق وسیع ہے اور آپ جہاں بھی ہیں وہاں خدا کی ایسی مخلوق کے بیچ میں گھرے ہوئے ہیں جن کا احمدیت اور اسلام سے تعلق نہیں ہے تو جہاں چاروں طرف شکار پھیلا پڑا ہوا ور شکاری شکار میں گھرا ہوا ہو وہاں اُس کا یہ شکوہ یا یہ تفکرات کہ شکار کہاں سے تلاش کروں سوائے اس کے کہ یہ بات ظاہر کرتی ہو کہ اُس کی آنکھیں بند ہیں اور کوئی نتیجہ نہیں نکالا جا سکتا۔ سارے ماحول میں شکار ہے، ہر طرف ہے۔ وہ آنکھ کھولنی چاہئے جو ان کھلتے ہوئے رستوں کو دیکھنا شروع کر دے۔ اگر رستے کھل رہے ہوں اور آنکھیں بند ہوں تو اُن کھلتے ہوئے رستوں کا کیا فائدہ؟

اس لئے آج ضرورت ہے کہ ساری جماعت پوری جان اور دل اور حوصلے کے ساتھ اور اس یقین کے ساتھ کہ سارے عالم میں جو تبدیلیاں پیدا ہو رہی ہیں وہ حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دین کو پھیلانے کے لئے پیدا ہو رہی ہیں اور اس کامل یقین کے ساتھ اور ذمہ داری کے احساس کے ساتھ کہ وہ چھوٹی سی قوم جس کو خدا تعالیٰ نے یہ توفیق عطا فرمائی ہے اور جس کے مقدر میں یہ بات لکھی جا چکی ہے کہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نمائندگی میں اس زمانے میں اسلام پھیلانے کی ایک نئی مہم جاری کرے جو عالمگیر ہو اور ایسی طاقتور مہم ہو کہ لہر در لہر دیگر قوموں پر، دیگر مذاہب پر غلبہ پاتی چلی جائے وہ آپ لوگ ہیں۔ یہ یقین ہو تو یقیناً انسان کے رجحانات بالکل یکسر بدل جاتے ہیں۔ انسان اپنے وقت کا حساب کرنے لگتا ہے۔ دن رات اس سوچ میں فکر میں مبتلا ہو جاتا ہے کہ یہ کام میں کیسے سرانجام دوں۔ پھر آنکھیں کھولتا ہے تو گردو پیش دیکھتا ہے تو معلوم کرتا ہے کہ میرے تو ابھی ہمسایوں سے ہی تعلقات نہیں ہیں۔ روزمرہ میں جن کاموں پر جاتا ہوں میرے

ساتھی ہیں کبھی میں نے اُن کے سامنے بھی اسلام کے حق میں لب کشائی نہیں کی یا اس رنگ میں نہیں کی کہ اُن کو اسلام سے دلچسپی پیدا ہو۔

اس ضمن میں مَیں نے بارہا پہلے بھی یہ نصیحت کی ہے اور اس کو جتنا بھی دہراؤں کم ہوگا کہ **اسلام میں دلچسپی پیدا کرنے سے پہلے اپنی ذات میں غیروں کی دلچسپی پیدا کریں۔** ہرگز اسلام میں غیروں کو دلچسپی پیدا نہیں ہوگی اگر احمدی کی ذات دلچسپ نہ بن جائے اور لوگ اُس کی ذات میں دلچسپی لے کر پھر اُس مذہب کی جستجو شروع کریں جس نے اُسے دلچسپ بنایا ہے اور ذات میں دلچسپی کے لئے بہت ہی اہم بات یہ ہے کہ آپ اخلاق حسنہ سے مزین ہوں۔ اسی لئے میں اخلاق حسنہ پر بار بار زور دیتا رہا ہوں کیونکہ میں جانتا ہوں کہ اخلاق حسنہ کے ہتھیاروں کے بغیر یہ دنیا دین اسلام کے لئے فتح نہیں کی جاسکتی اور اخلاق حسنہ کے بغیر آپ اپنے ماحول کو بھی فتح نہیں کر سکتے، اپنے گھر کو اپنے بچوں کو فتح نہیں کر سکتے۔ یہ جو خط آتے ہیں کہ ہمارے بچے ہاتھ سے نکل گئے، بیٹی بھاگ گئی نعوذ باللہ خدا کرے کہ ایسے واقعات احمدیت میں نہ ہوں کبھی لیکن ہو رہے ہیں اُن سب کے پس منظر میں گھریلو بداخلاقیاں ہیں اور اُس کے نتیجے میں اولاد کے ساتھ وہ گہرا رابطہ نہیں رہتا جو رابطہ ایک قوی اثر بن جاتا ہے۔ جس طرح مقناطیس کے اثر سے لوہا بھاگ نہیں سکتا اس طرح اولاد بھی بھاگ نہیں سکتی۔ تو اخلاق حسنہ کا فقدان ہے جو تربیت میں بھی بڑے تکلیف دہ مناظر پیدا کرتا اور دکھاتا ہے اور تبلیغ میں بھی انسان کو بے بس اور بے کس کر دیتا ہے۔

اخلاق حسنہ میں عورتوں کو ایک بہت ہی اہم کردار ادا کرنا ہے کیونکہ میں سمجھتا ہوں کہ جب حساب فہمیاں ہونگی تو ایک بہت بڑی ذمہ داری بداخلاقیوں کی عورتوں پر ڈالی جائے گی۔ اکثر بداخلاقیاں جاہل ماؤں کے نتیجے میں پیدا ہوتی ہیں۔ جاہل ماؤں کے گھروں میں بداخلاقیاں پرورش پاتی ہیں جس طرح گندی غذا میں سونڈیاں اور کیڑے مکوڑے پرورش پاتے ہیں۔ جاہل مائیں اپنی اولاد کے پیار اور محبت میں شرک کی حد تک پہنچ جاتی ہیں اور پھر اُن کے ہر عیب پر پردے ڈالتی ہیں اور ہر خوبی سے بے نیاز ہو جاتی ہیں کیونکہ اُن کو عیب خوبی دکھائی دے رہا ہوتا ہے اور اُس کے نتیجے میں وہ اُن کی حوصلہ افزائی کرتی ہیں لوگوں کے حق غصب کرنے میں، اُن سے بدتمیزی کرنے میں، بداخلاقی سے پیش آنے میں اور عجیب ظلم کی بات ہے کہ یہی مائیں جو اپنی اولاد کو عملاً خدا بنا کے پوج رہی ہوتی

ہیں جب کسی اور گھر کی بیٹیاں اُن کے گھر آتی ہیں تو ان سے پیار اور محبت کی بجائے اپنی اولاد کی محبت کا اظہار اس طرح کرتی ہیں کہ اس کے اندر کیڑے ڈالنے شروع کر دیتی ہیں اور اس سے اپنے بیٹے کو بدظن کرتی ہیں، اپنے خاوند کو بدظن کرتی ہیں اور اگر بیٹا اُس کے حقوق ادا کرے تو وہ کہتی ہیں کہ تو ہم سے بھاگ گیا ہے، تجھے ماں باپ کی کوئی فکر ہی نہیں رہی۔ تو گھر بسانے کی بجائے گھر اجاڑتی ہیں اس لئے میں نے ایسی ماؤں کا نام جاہل مائیں رکھا ہے۔ بداخلاق نہیں میں کہتا جاہل ہیں۔ معمولی عقل بھی ہو تو انسان ایسے کام نہ کرے کہ جس چیز سے پیار ہو اُس کی زندگی برباد کر رہا ہو لیکن عموماً جاہل مائیں یہی کیا کرتی ہیں۔ اپنی اولاد کی زندگی بھی برباد، دوسروں کی اولاد کی بھی زندگی برباد اور یہ بچے جب گلیوں میں نکلتے ہیں تو معاشرے کے لئے ہلاکت خیز ہو جاتے ہیں۔ مصیبت پھیلائی ہوتی ہے، سکول جاتے ہیں تو بدتمیزیاں، گندی گالی گلوچ، لوگوں کی چیزیں اُچکنا اور دوسرے بچوں کو مارنا کوٹنا اور پھر گھر میں آ کر پناہ لیتے ہیں اور اگر ان بچوں کے ماں باپ اس گھر تک پہنچیں تو پھر دیکھیں ان ماؤں کو کس طرح شیرنیوں کی طرح باہر نکل کر لڑتی ہیں اور گندی گالیاں دیتی ہیں اور کہتی ہیں تم ہوتے کون ہو میرے بچے پر ہاتھ اُٹھانے والے، میرے بچے کو بُرا بھلا کہنے والے۔ یہ واقعات اس شدت سے احمدیت میں نہیں پائے جاتے ہوں گے لیکن پاکستان کی گلی گلی گواہ ہے کہ ہم نے اپنی قوم کو جاہل ماؤں کی بھینٹ چڑھا دیا ہے اور یہ نظارے کوئی ایک دو جگہ کے نظارے نہیں ہیں سارے ملک میں ہر جگہ پھیلے پڑے ہیں اور احمدیت میں بھی ایسی مائیں ہیں جو اپنی بدنصیبی سے اپنی جہالت کی وجہ سے اپنی اولادوں کو خراب کرتی ہیں۔

قوم کے اخلاق کا معیار ماؤں کے اخلاق کے معیار کے مطابق ہوگا اور یاد رکھیں کہ اگر ماؤں کے اخلاق بلند ہو جائیں تو ایسی قوم کے اخلاق اِلا ماشاءاللہ شاذ کے طور پر خراب ہو سکتے ہیں مگر قوم کے طور پر اُن کے اخلاق خراب نہیں ہو سکتے۔ اس لئے لجنہ اماء اللہ کو بھی میں خصوصیت سے توجہ دلاتا ہوں لیکن احمدی خواتین کو بالعموم اور احمدی باپوں کو بھی توجہ دلاتا ہوں کہ وہ اپنے گھر میں قوّام بنیں اپنے گھر کے حالات پر نظر رکھیں اور کیونکہ خدا تعالیٰ نے اُن کو قوّام فرمایا ہے جس کا مطلب یہ نہیں کہ ڈنڈا اُٹھا کر مارنے کوٹنے والا جیسا کہ بعض لوگ سمجھتے ہیں بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ سیدھا کرنے والا اور جو مرد اپنی بیوی کو صحیح رستے پر چلا نہ سکتا ہو اُس کے اخلاق کا نگران نہ ہو اُس کے معاملات کو

درست نہ کرسکتا ہو اُس کی اولاد اُس کے ہاتھ سے ہمیشہ نکل جاتی ہے۔ پس اپنے تعلقات کو درست کریں اور اپنے گھر کے ماحول کو صاف اور شائستہ بنائیں۔ یہ اگر آپ نہیں کریں گے تو آپ اسلام کا پیغام دے ہی نہیں سکتے۔ آپ جتنے مرضی دلائل لے کر نکلیں اگر بد اخلاق ہیں تو آپ کی ذات میں کوئی دلچسپی کسی کو پیدا نہیں ہوگی۔ اگر آپ کا گھر جنت نشان نہیں ہے تو یورپ میں آپ ہمیشہ غیر ملکی بن کے رہیں گے کیونکہ آج ان کو سب سے زیادہ ضرورت اچھے گھر کی ہے۔ ان کے ہاں جو بے چینی اور اضطراب پائے جاتے ہیں اس کی سب سے بڑی وجہ یہ ہے کہ ان کے گھر کا امن اور سکون اُٹھ گیا ہے۔ ان کو جب تک اچھے گھروں کے نمونے پیش نہ کئے جائیں اُس وقت تک یہ نہیں سمجھیں گے کہ ہمیں کچھ ملا ہے۔ چنانچہ اسلام کی تبلیغ جب بھی شروع ہو جاتی ہے۔ آخری تان اسی بات پر ٹوٹتی ہے کہ ہمارے لئے آپ کیا لائے ہیں، ہم کیوں بدلیں، ہمیں کیا فائدہ؟ اچھے گھر، اچھے اخلاق یہ وہ ایسی چیزیں ہیں جن کے نتیجے میں ہم دنیا کے سب سے زیادہ ترقی یافتہ انسان سے بھی بلند تر ہو جاتے ہیں اور اُن کو بتا سکتے ہیں کہ مادی ترقی کے باوجود تم محروم ہو، تمہارے دل بے چین ہیں، تمہاری دکھتی ہوئی رگیں گواہ ہیں کہ تم بالآخر مطمئن نہیں۔ آؤ ہم سے اطمینان حاصل کرو۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا یہ شعر وہ سارے مضمون کی جان ہے کہ

آؤ لوگو! کہ یہیں نُورِ خدا پاؤ گے
لو تمہیں طور تسلی کا بتایا ہم نے (درثمین صفحہ نمبر:۱۴)

یہی ایک تسلی کا طور ہے جو ہم نے دنیا کو بتانا ہے لیکن اخلاق حسنہ کے بغیر آپ یہ طور دنیا کو سکھا نہیں سکتے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جب یہ فرمایا کہ ”لو تمہیں طور تسلی کا بتایا ہم نے“ تو ایک ایسے دل کی آواز تھی جو تسلی سے بھرا ہوا تھا۔ کامل طور پر اپنے رب سے مطمئن تھا اور اس آواز کے نتیجے میں جو شخص بھی لبیک کہتا وہ تسلی کی جانب قدم بڑھاتا لیکن جو خود بے چین دل ہو وہ کیسے یہ اعلان کر سکتا ہے ”لو تمہیں طور تسلی کا بتایا ہم نے“۔

اس لئے طمانیت قلب کا بھی گہرا تعلق اخلاق حسنہ سے ہے۔ انسان جب اخلاق حسنہ سے مزین ہو جاتا ہے۔ تو اُسے ایک قسم کی Equilibrium ایک توازن نصیب ہو جاتا ہے اور اُسی کا نام سکون ہے، اُسی کا نام طمانیت ہے۔ تو طمانیت حاصل کئے بغیر آپ غیروں کو طمانیت عطا کر نہیں سکتے

اور غیروں کو طمانیت کی طرف بلا نہیں سکتے اور اگر طمانیت آپ کو نصیب نہ ہو جیسا کہ میں نے بیان کیا ہے اخلاق حسنہ سے ہی طمانیت نصیب ہوا کرتی ہے تو پھر آپ حقیقت میں جب بھی بات کرتے ہیں وہ بات بے وزن لگتی ہے۔ اکثر بنی نوع انسان کو خدا تعالیٰ نے کچھ نہ کچھ انسان کو سمجھنے کی طاقت عطا فرمائی ہے۔ ایک ایسا شخص جس کے چہرے پر شرافت ہو، لجاجت ہو، اطمینان ہو وہ چہرہ بالکل مختلف ہوا کرتا ہے اُن دنیادار چہروں سے جو خواہ کیسے ہی دولت مند کیوں نہ ہوں، کیسے ہی اُن کو گھروں کی آسائشیں نصیب ہوں لیکن دل اُن کے اطمینان سے خالی ہیں۔ چہروں پر ایک قسم کی بے قراری نظر آجاتی ہے، آنکھوں میں ایک قسم کی بے چینی اور خلا کا احساس پیدا ہو جاتا ہے جو دیکھنے والی آنکھیں دیکھتی اور پہچانتی ہیں۔

جیسا کہ ظاہری بیماریاں دکھائی دیتی ہیں آنکھوں میں اور چہرے کے آثار میں اسی طرح باطنی بیماریاں بھی دکھائی دیا کرتی ہیں۔ تو آپ اپنے چہروں کو اپنے قلب کے اطمینان کے نور سے منور کریں اور اس کا طریقہ بالکل سیدھا سادھا وہی طریق ہے جو میں بیان کر رہا ہوں اس کے لئے کوئی خاص فارمولوں کی ضرورت نہیں اپنے اخلاق کی نگرانی کریں۔ حسن خلق کا مطلب یہ نہیں کہ نرمی سے بات کر کے یا ملمع کاری سے بات کر کے لوگوں کو اپنی طرف مائل کریں۔ حسن خلق کا مطلب یہ ہے کہ آپ سے کبھی کسی کو کوئی ضرر نہ پہنچے۔ ہر دوسرے شخص کا معاملہ آپ کے ہاتھ میں اس طرح قابلِ اعتماد ہو کہ جیسے اُس کے اپنے ہاتھ میں ہے بلکہ بسا اوقات وہ لوگ جو سچے اخلاق سے مزین ہوتے ہیں اُن کے ہاتھوں میں بعض لوگوں کے معاملات زیادہ محفوظ ہوتے ہیں جبکہ ان کے اپنے ہاتھوں میں نہیں ہوتے۔ کئی دفعہ کا مجھے پرانا تجربہ ہے جب وقف جدید میں مَیں اپنے طور پر مریضوں کی خدمت کیا کرتا تھا بعض غیر احمدی عورتیں اپنی امانت رکھوا جایا کرتی تھیں اور احمدی عورتیں بڑی دور سے آتی تھیں اور امانت رکھوا جاتی تھیں۔ اُن سے میں کہتا تھا کہ تمہیں کوئی اور جگہ نہیں تم اپنے پاس کیوں نہیں رکھتیں، کہ جی ہمیں پتا کوئی نہیں ہم نے اپنے پاس رکھی تو ضائع ہو جائے گی۔ یہاں یہ یقین ہے کہ ضائع نہیں ہوتی۔ ایک دفعہ ایک ایسی خاتون تشریف لائیں۔ خاتون تھیں یا جوڑا تھا مجھے یاد نہیں بہر حال غیر احمدی ہمارے ربوہ کے ہمسائے میں رہنے والے لوگ تھے اُنہوں نے اپنی ایک قیمتی امانت میرے سپرد کی کہ آپ اس کو اپنے پاس رکھ لیں جب ضرورت پڑے گی ہم لے لیں گے۔ میں

نے کہا دیکھیں آپ کے مولوی صاحب وہاں ہیں اور بڑے بزرگ آدمی لگتے ہیں، آپ کو بہت تعلیم دیتے ہیں خطبوں میں، ہر خطبے میں وہ جماعت کے خلاف بھی باتیں کر رہے ہوتے ہیں آپ اُن کے پاس کیوں نہیں امانت رکھواتے۔ انہوں نے کہا ناں ناں اُن کے پاس نہیں رکھوانی۔ وہاں رکھوائی تو ضائع ہو جائے گی۔ میں نے کہا جن کے پاس آپ کے پیسے محفوظ نہیں آپ کا دین کیسے محفوظ ہے۔ تو امانت کا مطلب یعنی اطمینان کا مطلب حقیقت میں ایسے گہرے اخلاق ہیں جو اسلام سکھاتا ہے۔ دنیاداری کی چاپلوسیاں وہ اخلاق نہیں ہیں۔ **پس جب میں آپ کو اخلاق حسنہ کی طرف بلاتا ہوں تو مراد یہ ہے کہ اپنے اخلاق میں وزن پیدا کریں، توازن پیدا کریں، وہ گہرائی پیدا کریں جو قرآن کے اخلاق کے حصول کے نتیجے میں پیدا ہوتی ہے اور اُس کے بعد آپ کی کایا پلٹ جائے گی۔ آپ کی باتوں میں وزن پیدا ہو جائے گا۔** لوگ آپ کو دیکھیں گے اور آپ میں دلچسپی لیں گے۔ یہ وہ لوگ ہیں جو ساری دنیا میں خدا تعالیٰ کے فضل سے حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دین اور حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اخلاق پھیلانے کی اہلیت پاتے ہیں اور اہلیت پائیں گے۔ دینِ محمدؐ کو اخلاقِ محمدؐ سے جدا کیا ہی نہیں جاسکتا۔ یہ وہم ہے کہ اسلام الگ راہوں پہ چل رہا ہو اور خلقِ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم الگ راہوں پر چل رہے ہوں۔ اسی لئے پاکستان سے جب کچھ غیر احمدی دوست ملنے کے لئے آتے ہیں تو میں اُن سے کہتا ہوں کہ تم آنکھیں کھول کر یہ کیوں نہیں دیکھتے کہ وہ علماء جنہوں نے اسلام کے جہاد کا بیڑا اُٹھایا ہوا ہے، جنہوں نے آپ کے خیال کے مطابق اسلام کی سربلندی کے جھنڈے اُٹھائے ہوئے ہیں اُن علماء کی گلیوں کا کیا حال ہے؟ کیا اُن گلیوں میں جہاں وہ اسلام کی تقریریں کرتے پھرتے ہیں اور اسلام کے نام پر نفرتیں پھیلاتے پھرتے ہیں اخلاقِ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی ملتے ہیں یا نہیں اور خود ان علماء کے کردار میں حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اخلاق کا حسن دکھائی دیتا ہے کہ نہیں۔ بلا استثناء آج تک ایک دفعہ بھی ایسا نہیں ہوا کہ کسی نے کہا ہو کہ ہاں ملتا ہے۔ سر جھکا لیتے ہیں اور کہتے ہیں جی کہ یہ بات تو درست ہے نہ ان ملّانوں میں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اخلاق ہیں نہ ان کے چیلوں اور ان کے ماننے والوں میں جن کو یہ نصیحتیں کرتے ہیں۔ **تو یاد رکھیں دینِ محمدؐ جس کے نام پر آپ بڑے بڑے نعرے بلند کرتے ہیں درحقیقت اخلاقِ محمدیؐ ہے** اور ان دونوں کے درمیان کوئی فرق نہیں کیا

جا سکتا۔ اس لئے جب آپ اسلام کی محبت کے دعویدار بنتے ہیں اور اسلام کو پھیلانے کے دعوے کرتے ہیں تو یاد رکھیں اخلاق محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو اختیار کئے بغیر نہ اسلام آپ کا ہوگا نہ اسلام آپ کسی اور کا بنا سکیں گے۔ **پس اخلاق فاضلہ اور اخلاق فاضلہ سے پھر میں یہی کہتا ہوں مراد اخلاق حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی ہے اُن کے بغیر آپ صحیح داعی الی اللہ نہیں بن سکتے۔**

دوسری بات اس سلسلے میں تلاش کے متعلق میں کہنا چاہتا ہوں۔ جیسا کہ میں نے پہلے کہا تھا بہت سے دوست بیچارے سمجھتے ہیں کہ تمنا تو ہے بڑی غیر معمولی دل میں خواہش پائی جاتی ہے کہ ہم بھی خدمت کر سکتے لیکن خدمت کی کوئی جگہ نہیں ملتی۔ ان سے میں کہتا ہوں کہ آنکھیں کھول کے متلاشی بنیں اور مبلغ کے لئے شکاری کی سی تلاش کا جذبہ پیدا کرنا چاہئے۔ شکاری تو جہاں شکار دور دور تک بھی نہیں ملتا وہ اُس کی تلاش میں سرگرداں پھرتا رہتا ہے اور بعض دفعہ وہ جھاڑیوں کو شکار سمجھ کے اُن پہ بھی فائر کر دیتا ہے، بعض دفعہ پتوں کے گچھوں کو فاختہ سمجھ کے اُس پر فائر کر دیتا ہے لیکن دیوانہ ہو جاتا ہے۔ ہر وقت تلاش میں سرگردان کہ کہیں سے کوئی چیز مل جائے اور جب کوئی اور شکار نہ ملے تو پھر کئی دفعہ لوگ کوئی کوّا ہی مار لیتے ہیں۔ کھانے کی چیز ہو تو شارک ہی مار لیتے ہیں حالانکہ عام حالات میں وہ پسند نہیں کرتے۔ تو شکاری کی روح پیدا کریں اور جب آپ شکاری کی نظر سے دیکھیں گے تو آپ حیران ہوں گے کہ شکار میں تو آپ گھرے بیٹھے ہیں اور شکار ڈھونڈ رہے ہیں۔ کونسی جگہ ہے جہاں آپ کو محمد رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے شکار نہ دکھائی دیتا ہو۔ تمام بنی نوع انسان وہ شکار ہیں جو آپ کے چاروں طرف پھیلے پڑے ہیں اُن سے رابطہ کرنے کا سلیقہ پیدا کریں اور اخلاق حسنہ سے مزین ہوں گے تو لازماً آپ میں وہ کشش پیدا ہوگی جس کے نتیجے میں وہ آپ میں دلچسپی لینے لگیں گے۔ ایک طرف سے نہیں دونوں طرف سے طلب پیدا ہو جائے گی۔ **دوسرے شکاری کے سلسلے میں یہ ہمیں یاد رکھنا چاہئے۔ ہم وہ شکاری تو نہیں ہیں جو گولی مار کے جان لیتے ہیں ہم تو وہ شکاری ہیں جو آبِ حیات پلا کر جان دیتے ہیں اور جان بخشتے ہیں** اس لئے محاورہ شکار کا ہی چلتا ہے لیکن شکار کی نوعیت میں بہت فرق ہے، لیکن شکاری خواہ جان بخشنے کے لئے، جان عطا کرنے کے لئے ڈھونڈ رہا ہو کسی کو یا جان لینے کے لئے اُس کا اور شکار کا آپس کا رابطہ ایک ہی قسم کا ہوتا ہے کیونکہ شکار کی آنکھ اُس کو ہمیشہ خوف اور بے اعتمادی سے دیکھ رہی ہوتی ہے۔ بچوں کو دوائی پلانے والی مائیں

جانتی ہیں کہ کس طرح بچے دبکتے چھپتے پھرتے ہیں اور جن بچوں کو نہانے کا ڈر ہوتا ہے جس دن نہانا ہو اُس دن بیچارے جگہ جگہ چھپتے پھرتے ہیں کسی طرح پکڑے نہ جائیں ماں بھی تاک میں اچانک اُن کو دھوکے سے پکڑ لیتی ہے تو یہ شکار اُن کے فائدے کے لئے یعنی شکار کے فائدے کے لئے شکاری اُن کی تلاش کر رہا ہے، اُن کی گھات میں بیٹھا ہوا ہے لیکن شکار بہر حال شکار ہی ہے۔ وہ تو بھاگے گا اس لئے اسلام کے لئے جب آپ لوگوں کو حیاتِ نو بخشنے کے لئے نکلتے ہیں تو لازماً جب مذہب کا ذکر آئے گا تو بدکے گا ضرور اور وہ اُسے کڑوی دوائی سمجھے یا تیر و تفنگ سمجھے لیکن ایک دفعہ بدکتا ہے۔ اس کا علاج وہی ہے جو قرآن کریم نے ہمیں سکھایا یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو رحمۃ اللعالمین مقرر فرما دیا۔ سب دوسروں سے زیادہ بڑھ کر کے پیار کرنے والا، تمام بنی نوع انسان سے یکساں محبت کرنے والا اور اُس زمانے کی عورتوں نے گواہی دی ہے کہ کوئی رشتہ ایسا نہیں ہے جو ہم سوچ سکتی ہوں یعنی بچوں کا رشتہ، بھائیوں کا رشتہ، خاوندوں کا، باپوں کا جن کی حفاظت اور پیار میں ایک عورت زندگی بسر کر سکتی ہے اور اُن رشتوں سے بڑھ کر حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پیار اور حفاظت عطا نہ فرمائی ہو۔

پس یہ جو رحمت کا بڑی ہی رحمت کا رشتہ ہے اس کے نتیجے میں شکار بھاگ نہیں سکتا اور آخر لوٹ لوٹ کر وہیں پہنچتا ہے جہاں سے وہ بھاگنے کی کوشش کرتا ہے۔ پس آپ کو اخلاق حسنہ سے بڑھ کر ایک اور قدم اُٹھانا ہوگا اور وہ رحمۃ للعالمین کا غلام بننا ہوگا۔ عام اخلاق حسنہ خواہ اُن کی بنیادیں کتنی ہی گہری کیوں نہ ہوں اُن میں توازن تو پایا جاتا ہے، عدل تو پایا جاتا ہے، احسان بھی پایا جاتا ہے مگر رحمانیت نہیں پائی جاتی۔ رحمانیت اس سے اوپر کی چیز ہے۔ پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے بنی نوع انسان کے لئے رحمانیت عطا کی تھی اور رحمانیت کے تعلق سے آپ نے بڑے بڑے دشمنوں کے دل فتح کئے جو بعد میں آپ کے جانثار عاشق بن گئے۔ تو آپ کو آگے بڑھ کر اپنے فیض کو دوسروں پر نچھاور کرنا ہوگا اور یہی رحمانیت ہے۔ بے طلب کے کہ آپ اُن کو دینے والے بنیں۔ بڑھ بڑھ کر ڈھونڈیں آپ اُن کی ضرورتیں تلاش کریں اور اُن پر احسان کے مواقع تلاش کریں۔

پس اس پہلو سے جب آپ اپنے گردو پیش پر نظر ڈالیں، اپنے ماحول میں دیکھیں، اپنے ہمسایوں پر نگاہ کریں تو آپ کو جگہ جگہ ایسے مواقع مل جائیں گے جہاں آپ بڑھتے ہوئے احسان کے

ذریعے جسے میں رحمت کہہ رہا ہوں لوگوں کے دل فتح کر سکیں گے۔ تو تبلیغ کے لئے اخلاق حسنہ اور اخلاق حسنہ سے بلند تر مقام یعنی رحمانیت کا مقام حاصل کرنا بہت ہی ضروری ہے اور تلاش کی آنکھ پیدا کرنی چاہئے۔

پھر بہت سے مبلغین کو میں نے دیکھا ہے کہ وہ کام اس طرح کرتے ہیں جیسے کام اُن کے پاس آ جائے تو کر لیں گے، کام کی دھن ان پر سوار نہیں ہوتی اور بہت سے ایسے داعین الی اللہ کو دیکھا ہے جن کے دوسرے کام ہیں وہ جماعت کے لئے بظاہر زندگیاں وقف نہیں کئے ہوئے لیکن دن رات اُن کو دعوت کی دھن سوار رہتی ہے۔ پنجابی میں ایک آدمی جس کو ایک بات کی دھن سوار ہو کہتے ہیں اُس کو گھوگھی چڑھ گئی ہے۔ جس طرح بخار چڑھنے سے ایک خاص قسم کی کیفیت پیدا ہو جاتی ہے اس طرح بعض دفعہ ایک طلب اور تمنا کا بخار چڑھ جاتا ہے اور وہ کیفیت انسان پر قبضہ کر لیتی ہے۔ دن رات اسی کی لگن میں مبتلا رہتا ہے۔ تو اس پہلو سے ایک اچھے مبلغ کے لئے دھن پیدا کرنی ضروری ہے۔ وہ مست ہو جائے اپنے کام میں اور کام کی مستی اپنی ذات میں جزا ہے اصل میں اور اس کے بغیر کام میں مزا نہیں رہتا۔ اس لئے وہ لوگ جو کم چور ہوتے ہیں خواہ وہ مبلغ ہوں یا باہر کے لوگ ہوں اُن کی آخری وجہ کم چوری کی یہی ہے کہ اُن میں کام کی محبت ایسی پیدا نہیں ہوئی کہ وہ اُن کے لئے دھن بن جائے اور اپنے کاموں میں وہ مست ہو جائیں۔ میں نے مزدوروں کو دیکھا ہے سخت گرمی میں جو گندم کاٹتے ہیں کیونکہ میں جب زمیندارہ کیا کرتا تھا یعنی براہ راست اپنی زمینداری کی نگرانی کرتا تھا تو اکثر جب بھی موقع ملے اُسی گرمی میں اُن کے ساتھ پھرتا تھا۔ کام میں ہاتھ بھی بٹاتا تھا اور دیکھتا تھا کہ ایک دن بھر میں ایک مزدور پر کیا گزرتی ہے۔ تو میں نے ہمیشہ یہ دیکھا ہے کہ جو کام چور مزدور تھے اُن کی زندگی تو مصیبت ہوتی تھی۔ اُن کا وقت نہیں گزر رہا ہوتا تھا، وہ کبھی اس کروٹ بیٹھتے، کبھی اُس کروٹ، کبھی ایک ڈھیری کو ہاتھ لگا کے کھسک کے دوسری ڈھیری کے پاس پہنچ جاتے تھے اور وقت نہیں ٹلتا تھا کسی طرح اور جن کو کام کی گھوگھی چڑھ جاتی تھی وہ اس طرح مست ہو کے پھر کام کرتے تھے کہ پتا نہیں چلتا تھا کہ اُن کا وقت کیسے گزر رہا ہے۔ دیکھتے دیکھتے اُن کی درانتی جو ہے وہ یوں معلوم ہوتا تھا جس طرح ایک میوزک یا نغمے کی لے کے ساتھ ایک ردھم پیدا ہوتا ہے، زیر و بم پیدا ہوتے ہیں اُس طرح مزدور کی جب وہ درانتی چلتی ہے اور وہ کام میں مگن ہو تو ایک قسم کی میوزک پیدا ہو جاتی

ہے۔کام کا بھی ایک نغمہ ہوتا ہے اور اُسی نغمے کی لَے سے پھر وہ مزدور کام کرتا چلا جاتا ہے اور دیکھنے والا حیران ہوتا ہے کہ اتنی سخت محنت کے ساتھ کس طرح ایسی لگن سے مصروف ہیں لیکن یہ اللہ تعالیٰ کا نظام ہے جو محنت کشوں کی جزا اُن کو ساتھ ساتھ دے رہا ہوتا ہے اور محنت سے بھاگنے والوں کو سزا اُن کو ساتھ ساتھ دے رہا ہوتا ہے۔جن لوگوں کے دل اپنے کاموں میں نہ ہوں اُن کا وقت گزرنا ایک مصیبت ہوتا ہے۔ایک ایک دن اُن کے لئے پہاڑ بن جاتا ہے۔جو کاموں کے سپرد کر چکے ہوں اپنے آپ کو اُن کو پتا ہی نہیں لگتا کہ وقت گزرا کس طرح اُن کے لئے یہ مصیبت ہوتی ہے کہ وقت تیز گزر رہا ہے۔

پس تبلیغ کی دھن پیدا کریں پھر آپ دیکھیں گے کہ آپ کے لئے چوبیس گھنٹے ایک مسلسل روانی کے ساتھ گزرتے چلے جائیں گے، دن دن سے ملتے چلے جائیں گے، ہفتے ہفتوں کے ساتھ ملتے چلے جائیں گے اور وقت آسان ہو جائے گا مشکل نہیں رہے گا۔مبلغین بھی جو بے کار بیٹھنے کے عادی بن جاتے ہیں اُن کو پتا ہی نہیں لگتا ہم نے کرنا کیا ہے؟ جب رپورٹوں کا وقت آتا ہے مصیبت پڑی ہوتی ہے۔تو پھر ایک دو گھنٹے کی رپورٹوں پر اتنا وقت لگاتے ہیں کہ دو گھنٹے کا کام اور چھ گھنٹے کی رپورٹ لکھی جاتی ہے اور صاف پتا چل جاتا ہے کہ آدمی کو کام کوئی نہیں ورنہ ایک مبلغ اپنے چاروں طرف نظر ڈالے دس پندرہ افراد کی جماعت ہو تو اُن کی تربیت پر بھی اس کو اتنا وقت دینا پڑے گا کہ وہ چوبیس گھنٹے سے زیادہ لمبے دن کا مطالبہ کرنے والا بن جائے گا۔یعنی زبان حال سے دعا کرے گا کہ اے خدا میرے دن میں اتنی برکت دے کہ چوبیس گھنٹے سے زیادہ گھنٹوں کا کام میں اس میں سنبھال سکوں اور اگر کام کا سلیقہ نہیں، کام سے محبت نہیں تو سینکڑوں کی جماعت میں بھی وہ بے کار بیٹھا رہتا ہے۔

پس داعین الی اللہ ہوں یا مبلغین ہوں یاد رکھیں کہ جو باتیں میں نے بیان کی ہیں اُن کے علاوہ کام کی دھن کا سلیقہ حاصل کریں کس طرح کام کی دھن پیدا کی جاتی ہے اور پھر مگن ہو جائیں اور مست ہو کے کام کریں۔اس طرح جتنی جماعت کی آج تعداد ہے اگر سارے تبلیغ اسلام کے کام میں مست ہو جائیں تو دیکھتے دیکھتے ساری دنیا کی کایا پلٹ جائے گی۔عظیم الشان کام آپ سرانجام دے سکیں گے اور جیسا کہ میں نے بیان کیا ہے رستے کھل رہے ہیں اور کشادہ ہوتے چلے جا رہے ہیں۔

نئے نئے رستے پیدا ہو رہے ہیں لیکن چلنے والوں کی ضرورت ہے پس اُن چلنے والوں میں آپ شامل ہوں۔

آخری بات دعا کی طرف متوجہ کرتا ہوں۔ کوئی کام بھی دعا کے بغیر بابرکت نہیں ہوتا۔ جب آپ اخلاق حسنہ سے مزین ہو کر خدا کی خاطر ان کاموں میں مگن ہوں گے تو آپ کی دعاؤں میں غیر معمولی طاقت پیدا ہو جائے گی اور دعاؤں کے ذریعے آپ کے کام دس گنا زیادہ یا اُس سے بھی زیادہ گنا برکت حاصل کر لیں گے۔ پس با اخلاق انسان کے لئے باخدا انسان بننا تو ایک آسان اور اگلا قدم ہے بلکہ حقیقت ہے کہ ساتھ ساتھ ہی وہ باخدا انسان بنتا ہی چلا جاتا ہے کیونکہ مذہب کی کنہ یہ ہے کہ وہ اخلاق حاصل کرے جو خدا سے تعلق رکھنے والے اخلاق ہیں اور اخلاق حسنہ کا مطلب بھی باخدا بننا ہے لیکن یہ تو ایک انسان کے اندر واقعہ ہونے والے تجربات ہیں۔ باخدا ان معنوں میں بھی انسان بنتا ہے کہ ایک باشعور طور پر اللہ تعالیٰ کی ہستی سے زیادہ سے زیادہ آشنا ہوتا چلا جاتا ہے اور تعلق بڑھاتا چلا جاتا ہے یہاں تک کہ وہ جانتا ہے کہ خدا میرے ساتھ ہے اور کامل یقین رکھتا ہے اور روزمرہ کی زندگی میں اُس کو آئے دن ایسے تجربے ہوتے چلے جاتے ہیں۔ اُس کو علم ہوتا ہے کہ خدا کوئی تصور کی بات نہیں ایک زندہ حقیقت ہے اور اس کے سوا سب کچھ تصور ہے۔ اس کیفیت تک جب مبلغ پہنچ جاتا ہے تو وہ انقلابی کیفیت ہوتی ہے۔ پھر خدا اور اُس کی تقدیر تمام تر اُس کے ارادوں کے ساتھ چلتے ہیں۔ گویا کہ ایسی خدمت کرنے والا، ایسی دعوت کرنے والا خدا کے ارادے کے ساتھ اس طرح ڈھل جاتا ہے اور اس طرح ہم آہنگ ہو جاتا ہے کہ اُس کا ارادہ خدا کا ارادہ بن جاتا ہے۔

پس یہ وہ مختصر چند باتیں ہیں جو دعوت الی اللہ کے سلسلے میں مَیں آپ کو سمجھانا چاہتا ہوں جیسا کہ میں نے بیان کیا ہے دنیا بڑی تیزی سے بدل رہی ہے۔ یہ بدلتی ہوئی دنیا اگر ہم نے نہ سنبھالی تو اَور لوگ اس کو سنبھال لیں گے۔ ہم تھوڑے شکاری ہیں یہ دنیا جو اپنے آپ کو اب تبدیلیوں کے لئے پیش کر رہی ہے اس کے لئے بد شکاری ہم سے لاکھوں گنا زیادہ میدان میں نکل کھڑے ہوئے ہیں۔ اس لئے وہ شکار جو آپ نہیں کر سکیں گے وہ ضرور کر لیں گے اور اس دنیا کی ہلاکت کی ذمہ داری ہم پر بھی ہو گی جس کو ایک ہلاکت سے خدا تعالیٰ نے اس لئے نکالا تا کہ وہ امن کے ساحلوں پر ہلاکت کا سمندر اُن کو پھینک دے اور ہماری غفلت کی وجہ سے جیسے مگرمچھ نکلتے ہیں سمندروں سے یا شارک

قریب تر پہنچ جاتی ہیں ساحلوں کے اور بچتے ہوئے لوگوں کو گھسیٹ کر واپس لے جاتی ہیں اسی طرح کی کیفیت ہوگی کہ سمندر ابھی خطروں اور فتنوں سے خالی نہیں ہوا۔ ایک وقت ملا ہے تھوڑا سا کہ یہ قومیں جو ہلاکت کے منہ میں جا چکی تھیں ان کو ہلاکت نے اُگلا ہے اور تھوڑی دیر کے لئے اُگلا ہے اور اس وقت میں اگر آپ نے اُن کو پکڑ لیا اور محفوظ کر لیا اور ہمیشہ کے لئے خدا کا بنا دیا تو یہ لوگ بچ جائیں گے۔ اگر آپ ایسا نہیں کریں گے تو ساری دنیا کی نظریں ان پر ہیں، وہ ایک دوسرے پر پیش قدمی کرتے ہوئے ان کی طرف بڑھ رہے ہیں اور ارب ہا ارب روپیہ اُن قوموں کو اپنی طرف مائل کرنے اور دوبارہ ہلاکت میں ڈالنے کے لئے وہ خرچ کر رہے ہیں اس لئے یہ جو چند لمحے ہیں ان میں اگر آپ نے باشعور طور پر اپنی ذمہ داریوں کو ادا کیا تو میں آپ کو یقین دلاتا ہوں اور ایک ذرہ بھی مجھے اس میں شک نہیں کہ خدا ان چند لمحوں کو لمبا کرتا چلا جائے گا اور آپ کے کام میں برکت پر برکت دیتا چلا جائے گا کیونکہ **اگر آپ پوری طاقت کے ساتھ خدا کی خاطر بندگان خدا کو بچانے کے لئے اپنا سب کچھ تن من دھن خدا کے حضور پیش کر دیں گے تو ناممکن ہے کہ یہ لمحے عارضی ثابت ہوں ان لمحوں کو خدا تعالیٰ بڑھاتا چلا جائے گا یہاں تک کہ آپ اپنے کام کو پایۂ تکمیل تک پہنچا دیں۔ اللہ کرے کہ ایسا ہی ہو اور ہم اپنی بدلتی ہوئی ذمہ داریوں کو خدا کی رضا کے مطابق سرانجام دینے والے بنیں۔ (آمین)**